جناب ڈاکٹر حبیب الرحمٰن الٰہی علوی

تاریخ کی روشنی میں،
تصوّف کی حقیقت

میرے یہ مضمون لکھنے کا محرک یوسف سلیم چشتی صاحب کا وُہ مضمون ہے جو "ہندوستان میں بھگتی تحریک" کے نام سے اکتوبر ۱۹۸۰ء کے میثاق میں شائع ہوا تھا۔ اس مضمون میں چشتی صاحب نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ "ہندوستان میں اسلام صرف صوفیوں اور چشتیوں نے پھیلایا ہے اور علماء میں تو ذوقِ تبلیغ سرے ہی سے موجود نہ تھا" چشتی صاحب نے صوفیوں کی اللہ کے دین کے خلاف کارگزاری کو علماء کے سر تھوپ کر ان کی بڑی تحقیر کی ہے۔ امرِ واقعہ یہ ہے کہ صوفیوں کے یہاں "اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَالرَّسُوْلَ" کے تحت قرآن وحدیث، آثارِ صحابہؓ اور مسلمانوں سے مروی تاریخ اسلام، خارج از بحث ہے۔ لہٰذا سلیم چشتی صاحب نے بھی ان علوم کے مقابلہ پر وید، پران، منوسمرتی اور اسلام کی مخالفت میں جو کتابیں لکھی گئی ہیں، ان کے مطالعہ کو ترجیح دی ہے، چشتی صاحب کو مبلغینِ اسلام سے اس بات کا بھی گلہ ہے کہ انہوں نے ویدوں، پرانوں اور منوسمرتی وغیرہ کا اپنی زبان میں ترجمہ کر کے مسلمانوں کو ان کے حسن و قبح سے متعارف نہیں کیا، مثلاً فرماتے ہیں کہ گائتری منتر کا وہی درجہ ہے جو قرآن میں آیت الکرسی کا، اس کا جاپ (ورد) انسان میں غیر معمولی قوت پیدا کر دیتا ہے۔ سورداس کے یہ پیدائشی ولی ہونے کے قائل ہیں۔ تلسی داس سے ان کو اتنی عقیدت بڑھی کہ ان کی سمادھی پر بھی حاضری دینے لگے۔ لکھتے ہیں اکبر کے زمانے میں علماء کی جو شکست ہوئی تھی JESUIT پرتگالی پادریوں نے اس موضوع پر کئی کتابیں لکھی ہیں جو میری نظر سے گزر چکی ہیں۔ چشتی صاحب نے اپنی کتاب "اسلامی تصوف" میں مسلمان مؤرخین کی کتابوں پر اعتماد کرنے کے بجائے اپنے موقف پر بطورِ دلیل کام چلانے کے لیے اسلام دشمن مستشرقین کی کتابوں میں لکھی ہوئی باتوں کے حوالے استعمال کیے ہیں۔

میرے اس مضمون کا خصوصی حصہ یعنی "ایرانی ساختہ اسلام اور اس کی تبلیغ"، لکھنے سے قبل مناسب ہے کہ جلیل القدر ائمہ تصوف کے اقوال، جو اُن کی عربی کتابوں سے ترجمہ ہو کر میثاق ستمبر ۱۹۷۸ء میں چھپ چکے ہیں، ناظرین کی معلومات کے لیے یہاں نقل کیے جائیں۔ یہی ائمہ تصوف جملہ صوفیوں اور چشتیوں کے محور ہیں۔

ابنِ عربی:

جن کا خطاب "شیخ اکبر" ہے، اپنی کتاب فتوحاتِ مکیہ میں:

۱۔ "وَاتَّخَذَ اللّٰهُ إِبْرَاهِيمَ خَلِيلًا" کی تفسیر اور "مَنْ عَادَىٰ لِي وَلِيًّا" کی توضیح یوں فرماتے ہیں: "اللہ تعالیٰ جب کسی بندے کی ذات میں داخل ہو جاتا ہے تو ظاہر میں تو وہ بندہ، بندہ ہی رہتا ہے لیکن باطن میں خدا ہو جاتا ہے اور یہ دخول بالکل ایسا ہی ہوتا ہے جیسے انسان میں بصارت، سماعت، حرکت و سکون داخل ہیں، اس کی مثال حضرت ابراہیمؑ کی ذاتِ اقدس ہے جس میں اللہ تعالیٰ داخل ہو گیا یا وہ خود اللہ کی ذات میں داخل ہو گئے۔

۲۔ "أَفَرَأَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ إِلٰهَهُ هَوَاهُ" کی تفسیر یوں فرماتے ہیں کہ "خواہش نفس ہی انسان کا سب سے بڑا رب ہے" اور یہ کہ "صوفی کی خواہش ہی سب سے بڑا رب ہے" ہمہ اوست کے فلسفہ میں فرماتے ہیں کہ "یہ کتے اور سور بھی ہمارے الٰہ ہیں"

ابنِ فارضی:

جن کو صوفیاء "سلطان العاشقین" کے لقب سے یاد فرماتے ہیں، اپنے ایک قصیدے میں لکھتے ہیں کہ "عرب کی مشہور معشوقات لبنیٰ، لیلیٰ، ثبینہ اور عزہ جیسے فانی معشوقوں میں ذاتِ الٰہی حلول کیے ہوئے تھی اور ان کے چاروں عاشق جمیل، قیس، کثیر اور عامر کی صورتوں میں اللہ جلوہ گر تھے۔

عبدالوہاب شعرانی:

ان کا خطاب ہیکل ہمدانی ہے اپنی کتاب "طبقاتِ کبریٰ" میں "أَلَا إِنَّ أَوْلِيَاءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ" کی تفسیر میں اپنے استاد دسوقی کا یہ قول نقل کرتے ہیں کہ اولیاءاللہ سے سرگوشیاں کرتے رہتے ہیں اور ازل میں، میں خود اور اللہ کے رسولؐ، اللہ تعالیٰ کے سامنے موجود تھے، حضورؐ نے مجھ سے فرمایا کہ دوزخ کے داروغہ کو جا کر حکم دے کہ آگ بند کر دے اور رضوان سے کہو کہ جنت کے دروازے کھول دے، چنانچہ دونوں نے میرے حکم کی تکمیل کی"

بایزید بسطامی: آپ سلطان العارفین کے نام سے ملقب ہیں۔ وحدۃ الوجود کے ساتھ

ارکانِ اسلام یعنی صوم وصلوٰۃ اور حج و زکوٰۃ سے معافی کا اعلان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

۱۔ ایک بار میں حج کے ارادے سے چلا، راستہ میں ایک قطب ملے انہوں نے فرمایا، بسطامی! اللہ نے مجھ میں اپنا مسکن بنالیا ہے، تو نے تو مجھ کو دیکھ کر اللہ کا دیدار کرلیا، واپس جا تجھ پر سے تمام تکلفاتِ شرعیہ ساقط کردیے گئے اور محرمات تیری منہاج ہیں۔"

۲۔ ایک بار اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنے پاس بلاکر فرمایا "بسطامی، میرے بندے تجھے دیکھنا چاہتے ہیں، میں نے عرض کیا باری تعالیٰ تو مجھے اپنی وحدانیت سے نواز، اپنی انانیت کی خلعت عطا فرما اور اپنی احدیت تک بلند فرمادے۔"

۳۔ حضرت موسیٰؑ نے اللہ کو دیکھنے کی خواہش کی تھی لیکن میں نے اللہ کو دیکھنے کی کبھی خواہش نہیں کی بلکہ خدا نے مجھے دیکھنے کی خواہش کی۔"

بھلا ان عقائد کا قرآن اور اسلام سے کیا واسطہ؟ علماء مصر نے صوفیا کی ان کتابوں کو چھاپنا گناہ قرار دیا ہے۔

ایرانیوں کے ہاتھوں اسلام کو سب سے زیادہ نقصان پہنچا ہے:

اسلام جہاں کہیں بھی عربوں کے توسل سے عربی زبان میں پہنچا، وہاں کے لوگوں نے قرآن جیسی بے بہا دولت ملنے پر عربوں سے محبت اور ان کی احسان مندی کے اعتراف میں عربی زبان، عربی لباس اور عربی تہذیب ایسی اختیار کرلی کہ وہ بالکل عرب قوم بن گئے چنانچہ شام سے لیکر مراکش تک یہ وہی لوگ ہیں۔ عراق پر ایرانی تسلط تھا۔ وہاں کی زبان اور تہذیب بھی ایرانی تھی، اسلام قبول کرنے کے بعد وہاں کی آبادی نے بڑی حد تک عربیت اختیار کرلی تھی، تاہم یہ علاقہ اسلام کی بیخ کنی کے لیے مجوسیوں کی سازشوں کی آماجگاہ رہا۔ ایران کی اسلام دشمنی کی ابتداء حضورؐ کے دعوتی خط ملتے ہی شروع ہو گئی تھی۔ آں حضرتؐ کے وصال کے بعد عراق سے ملحقہ عرب علاقہ میں مانعینِ زکوٰۃ، مرتدین اور کاذب نبیوں نے جو بغاوت برپا کی، اس میں ایرانیوں کا خاصا ہاتھ تھا، ایرانی جنرل ہرمز فوج لیے ہوئے سرحد پر منتظر کھڑا تھا کہ جیسے ہی مجاہدین کے مقابلہ پر باغی کامیاب ہوکر مدینہ کا رخ کریں تو یہ بھی اپنی فوج لے کر مدینہ پر چڑھائی کردے۔ اس کے برعکس یہ ہوا کہ باغی پناہ لینے کے لیے عراق میں جا گھسے اور مجاہدین ان کے تعاقب میں لاعلمی سے ایرانی حدود میں داخل ہوگئے اور ہرمز کی فوج سے مڈبھیڑ ہوگئی۔ ایرانی پے درپے شکست کھانے کے باوجود

کسی صورت جنگ بند کرنے پر راضی نہیں ہوئے یہاں تک کہ مسلمانوں کے ہاتھوں اپنے ملک کا چپہ چپہ فتح کرا دیا۔ ہرمز گرفتار ہو کر مدینہ آیا، حضرت عمرؓ نے اس کے قتل کا حکم دیا، ہرمز نے کہا کہ قتل کرنے سے پہلے مجھے پانی پلوا دیجیے، پانی منگوایا گیا۔ اس نے پیالہ ہاتھ میں لے کر پانی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ وعدہ کیجیے کہ جب تک میں یہ پانی نہ پی لوں آپ مجھے قتل نہیں کریں گے، حضرت عمرؓ نے وعدہ کر لیا تو اس نے فوراً وہ پانی پھینک کر کہا کہ آپ مجھے قتل نہیں کر سکتے، اس نے عیاری کے ذریعے اپنی جان بخشی کرالی اور ایمان لانے کے بہانے مدینہ میں رہنے کی اجازت بھی حاصل کر لی۔ ایک ایرانی غلام ابولؤلؤ کے ہاتھوں حضرت عمرؓ کو (جنھیں ایرانی آج تک اپنا سب سے بڑا دشمن سمجھتے ہیں) قتل کرا دیا۔ ایرانی قوم نے ابولؤلؤ کو ایرانی جواہر، فیروزہ کے نام پر فیروز کا خطاب دیا۔ اس پتھر کو ایرانی آج تک اپنی انگوٹھیوں کا نگینہ بنائے ہوتے ہیں اور اس کو چومتے رہتے ہیں کہ فیروزے تو نے ہی ہمارے سب سے بڑے دشمن کو ہلاک کیا تھا۔

حضرت عثمانؓ کے خلاف عبداللہ بن سبا یہودی منافق نے لوگوں کو بغاوت پر اکسایا، یہ سازش ایرانیوں کے تعاون سے عراق میں پروان چڑھی۔ حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد شیعیت کی بنیاد پڑی۔ ایرانی درپردہ تو مجوسی رہے لیکن بظاہر شیعیت کا لبادہ اوڑھ لیا کہ ایک فرقہ بن کر مسلمانوں کے درمیان رہتے ہوئے اسلام اور عربوں کی بربادی کے کام کرتے رہیں۔ ایرانیوں اور عراقیوں کا ہی یہ مرکب ٹولہ تھا جو حضرت علیؓ کو مدینے سے کوفہ لے آیا اور تا حیات ان کو ستاتا رہا، ایرانیوں نے اپنی مدد سے بنو عباس کو بنی امیہ کی حکومت کے خلاف کامیاب کرایا اور دورِ عباسیہ میں یہی حکومت کے کل پرزے بن گئے، ان کی اسلام دشمنی اور درپردہ آتش پرستی کی جرأت کا اندازہ اس مثال سے لگایا جا سکتا ہے کہ یحییٰ برمکی جس کو ہارون رشید پدر بزرگوار کہا کرتا تھا، ایک دفعہ ہارون رشید کے ساتھ حج پر گیا تو وہاں ہارون کو مشورہ دیا کہ حرم شریف کے صحن اور گوشوں کو معطر رکھنے کے لیے اس میں عود و لوبان کے سلگتے رہنے کا مستقل اہتمام کر دیا جائے۔ ہارون نے دبی زبان میں صرف اتنا ہی کہا کہ بدنام ہو جاؤں گا کہ میں نے حرم شریف میں آتش پرستی شروع کرا دی۔

ایرانیوں نے ابتداء ہی سے عربی زبان کو اپنانے سے گریز کیا، ان کو خدشہ تھا کہ اگر عربی ان کے یہاں مروج ہو گئی تو آگے چل کر ان کی نسل بھی اسی طرح مستقل مسلمان اور عرب قوم بن جائے گی جیسی کہ شمالی افریقہ کی اقوام۔ مامون رشید جو ایرانی ماں سے تھا، یحییٰ برمکی کی بیوی اس کی رضاعی ماں، جعفر برمکی اس کا رضاعی بھائی، فارسی اس کی مادری زبان تھی، عربوں کے بجائے اس کو

ایرانیوں پر اعتماد تھا، ہارون رشید نے ان تمام باتوں کا خیال کرتے ہوئے اس کو خراسان کی حکومت سونپ دی تھی۔ باپ کا انتقال ہونے پر اس کا بڑا بھائی امین رشید خلیفہ ہوا، ایرانیوں نے مامون کو خلیفہ بننے کا لالچ دیا، امین قتل ہوا اور مامون خلیفہ بن گیا۔ ایرانیوں پر مشتمل ایک جماعت تیار کی گئی۔ جس کا نام فوجِ تطہیر رکھا گیا، اس فوج نے مملکت کے طول و عرض میں تلاش کر کے مملکت کے نظم کو ایسا ملیامیٹ کیا کہ ایرانی منصوبے کے مطابق جب عباسی حکومت ڈگمگائی تو اس کی جگہ کوئی لینے والا نہ تھا۔ ایرانیوں نے کھلے عام مجوسیت پر عمل کرنا شروع کر دیا۔ ایرانی زبان و تہذیب کے مکمل تحفظ کا اعلان ہوا، ان کے مدارس میں عربی کی تعلیم بند کرا دی گئی، ایرانیوں نے مامون سے وہی کام لیا جو ابوالفضل اور فیضی نے بعد میں اکبر سے ہندوستان میں اسلام کی بیخ کنی کا کام لیا، فرق دونوں میں صرف اتنا ہے کہ اکبر جاہل تھا، اس کی اسلام آزاری ہر کس و ناکس پر ظاہر ہو گئی، مامون پڑھا لکھا تھا، اس نے بھونڈے پن سے کام نہیں کیا اور اب تک ایرانی ثقافت کے زور پر اس کا شمار اسلامی ہیروز میں ہے۔

ایرانیوں نے اپنے ملک و قوم کو عربی زبان سے پوری طرح محفوظ کر لینے کے بعد اس منصوبہ پر عمل کیا کہ ایران سے اسلام اور عربی زبان اپنے اصل رنگ و روپ میں جانب مشرق نہ گزرنے پائے، لہٰذا اس کو فارسی زبان میں ڈھالا اور مجوسیت، صوفیت، رافضیت، منطق اور فلسفہ کی جتنی بھی ملاوٹ اسلام میں کر سکے، وہ کی گئی اور حد کر دی کہ اسلام کے بنیادی ستون صوم و صلوٰۃ کا نام مجوسی طریقہ عبادت روزہ نماز رکھ دیا۔ اللہ کے بجائے خدا کا لفظ مروج کرا دیا۔ "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" لکھنے اور پڑھنے کے بجائے "۷۸۶" کے ہندسے لوگ لکھنے لگے حالانکہ ان اعداد سے مراد حضرت علیؓ کی شیعہ پسند توصیف ہے۔ بعض غالی لوگ اس کے نیچے ۳۰ بھی لکھتے ہیں: (۷۸۶/۳۰) ۳۰ سے مراد محمدؐ ہے۔ غرض ایسی بے شمار باتیں ہیں کہ جن کے ذکر سے تکلیف ہوتی ہے۔

تصوف کی حقیقت:

"تھیو صوفی" یا "تھیو صوفیہ" یونانی زبان کے الفاظ ہیں جن کے معنی ہیں صوفی کا مسلک و مذہب۔ دنیا کی تمام لغتوں میں اس کی معنوی تشریح یہ کی گئی ہے کہ "نبی اور وحی کے بغیر خدا کو صرف گیان و دھیان سے پہچاننا۔" چنانچہ اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے ادیان کے علاوہ جتنے مذاہب ہیں، ان کے بانیان نے اپنے گیان و دھیان ہی سے آکاش اور اس کے بنانے والے کا اندازہ لگایا ہے جلیل القدر ائمہ تصوف جن عقائد کے حامل ہیں وہ ان کا اپنا ہی تو گیان و دھیان ہے جس کو وہ

مراقبہ کا ماحصل بتلاتے ہیں یا عطیات شیوخ کہتے ہیں، مسلمانوں کے روپ میں اسی گروہ کے لوگ جادو سیکھتے ہیں اور جادوگری کے کرشموں کو کرامت کے نام سے منسوب کرتے ہیں اور ان جادوگروں کو ولی کے نام سے مشہور کیا جاتا ہے (اس کی تفصیل کتاب "جادو کی حقیقت" میں ملے گی)

حاملانِ تصوف نے بڑی دلیری سے کام لیا کہ ان یونانی الفاظ کو جوں کا توں، صوفی کو صیغہ واحد اور صوفیا۔ کو صیغہ جمع میں اختیار کر لیا ورنہ دنیا کے حلقہ ہائے تصوف سے کٹ جاتے۔ مسلمانوں کو اس لفظ سے مانوس کرنے کے لیے اس کا رشتہ اخوان الصفا رضؓ سے جا ملایا۔ یہ اخوان حضورؐ کے زمانے میں مسجدِ نبوی سے ملحقہ چبوترے پر مقیم حصولِ دین اور تبلیغ دین کے لیے اپنے آپ کو وقف کیے ہوتے تھے (یہ چبوترہ اب بھی مسجدِ نبوی میں روضۂ مبارک سے متصل محفوظ ہے) ان اخوان کو "صفا" کہہ کر اس لیے پکارا جاتا تھا کہ اذان کے بعد صفِ اول انہی سے بنتی تھی — کلام مجید میں یہ لفظ صف درصف ہونے اور صف بنانے کے مفہوم میں متعدد مقام پر آیا ہے، واللہ اعلم!

صوفیت کے شیدائیوں نے ص پر زبر کی جگہ پیش لگانے کی تحریف کر کے صوف بنایا، جس کے معنی بال اور اُون کے ہیں، یعنی صوف سے بُنا ہوا کپڑا پہننے والے، اخوان کو اگر اس رعایت سے صفا کہا جاتے تو مدینہ کے تمام لوگ وُہی کپڑا پہنتے تھے جو اخوان کو نصیب تھا، لہٰذا مدینہ کی تمام آبادی کو صُفا کہا جاتا۔ حقیقت یہ ہے کہ تصوف اور صوفی کے الفاظ نہ قرآن میں ہیں نہ حدیث میں، نہ کہیں آثار صحابہؓ میں ملتے ہیں۔ دائرہ معارفِ اسلامی کی جلد ششم صفحہ ۱۹۳ پر لکھا ہے کہ "الصوفی" کو لقب کے طور پر تاریخ میں پہلے پہل آٹھویں صدی کے نصف اخیر میں کوفہ کے ایک شیعہ کیمیاگر جابر بن حیان کے نام کے ساتھ استعمال کیا گیا ہے" کوشش یہ کی جا رہی ہے کہ اسکو "اسلامی تصوف" کا نام دے کر مسلمانوں کے دلوں سے اس کی کراہیت مٹائی جائے، یہ بالکل ایسا ہی فعل ہے جیسے کمیونزم کو اسلامی سوشل ازم کا نام دے کر مسلمانوں کو گمراہ کیا جا رہا ہے۔

ہندوستان میں ایرانی ساختہ اسلام کی تبلیغ:

ایران سے جانبِ مشرق انہی صفات و عقائد کے تربیت یافتہ صوفیوں کو ایران کا ساخت کردہ اسلام پھیلانے کے لیے بھیجا گیا۔ ہندوستان میں انہوں نے دیکھا کہ یہاں، گرُو اور چیلوں کا رواج ہے اور چیلے گرُو کے لیے بہت بڑی طاقت ہیں، لہٰذا انہوں نے اس کی جگہ ایرانی اصطلاح میں

پیری مریدی شروع کر دی، ان کے یہاں عبادت سے مراد بھجن گانا اور بجانا ہے، انہوں نے اس کا بدل قوالی سے کیا۔ ہندوؤں کے بجانے کے آلات ڈھول، گھنٹہ، ناقوس اور جل ترنگ تھے، ان کے علاوہ چند آلاتِ مزامیر صوفی لوگ ایران سے اپنے ساتھ لائے اور کچھ انہوں نے یہاں ایجاد کیے، جیسے امیر خسروؒ نے ستار ایجاد کیا ہے۔ ہندو اپنے مٹھوں اور تیرتھوں پر سالانہ جمع ہو کر تیرتھ مناتے ہیں، صوفیوں نے پیروں کے نام سے مزار بنائے اور ان پر سالانہ عرس کرنے لگے اور عرس کی فضیلت حج سے بڑھا دی۔ حج کی فرضیت اس بہانے سے ختم کر دی کہ راستے دشوار اور غیر محفوظ ہیں۔ مزاروں میں مدفون لوگوں کے فیوض و بخشش کی شہرت کا دُور دُور تک اہتمام کیا گیا۔ کام اللہ بناتے ہیں لیکن اس کو اہلِ قبر کی دین اور فیض بتایا جاتا ہے۔ مجاوروں کی آمدنی اور گل چھرّے دیکھ کر قبر پرستی کی وبا عام ہو گئی۔

شریعت کے مقابلہ پر طریقت اور سرّی و باطنی علم کا ڈھونگ :

حجۃ الوداع کے موقع پر حضورؐ نے تقریباً سوا لاکھ صحابہؓ سے شہادت لی تھی کہ آپ لوگ شاہد ہیں کہ اللہ نے جو دین مجھ پر نازل فرمایا ہے وہ میں نے من و عن آپ کو پہنچا دیا۔ تمام حاضرین نے ہاتھ اٹھا اٹھا کر بآوازِ بلند کہا، "ہم شاہد ہیں کہ آپ نے ہم کو پورے کا پورا دین پہنچا دیا ہے۔ اس کے بعد آپؐ نے ہاتھ بلند کر کے آسمان کی طرف دیکھتے ہوئے فرمایا کہ اللہ آپ بھی شاہد رہیے، لیکن صوفیاء کا کہنا ہے کہ سرّی و باطنی علم (جس سے ان کی مراد تصوف ہے) حضورؐ نے صرف حضرت علیؓ کو دیا تھا جو سینے بسینے ان کو پہنچا ہے۔ یہ حضورؐ کی شان میں انتہائی گستاخی اور آپؐ کی دیانت پر شرمناک دست درازی ہے، صوفیوں کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ جس کو طریقت کا علم (تصوف پر عمل کا طریقہ) آجاتا ہے، اس پر سے شریعت کی تمام پابندیاں ختم ہو جاتی ہیں، اس سے یہ مقصد حاصل کیا کہ بظاہر مسلمان بہ باطن صوفیوں کے بین الاقوامی عقیدوں سے وابستگی قائم رہی۔ دنیا میں صوفیوں کی انجمنوں (THEOSOPHICAL SOCITIES) کی تعداد پچاس ہے جو چار بین الاقوامی وفاقوں میں منسلک ہیں۔ کراچی میں تھیوسوفیکل سوسائٹی کا دفتر، کتب خانہ اور ہال بندر روڈ پر ہے۔ ان کی تقریبات میں "صوفی کے گانے" (SUFI SONGS) بڑے اہتمام سے گاتے جاتے ہیں۔ تھیوصوفیکسٹ کی کتاب "MYSTICISM IN ISLAM" میں مسلمان صوفیوں کی خاصی وضاحت ہے (ہندو پاکستان کے مسلم صوفیوں کا رشتہ، صوفیت کی ایرانی شاخ سے

ملتا ہے)، رضا شاہ نے اپنی بادشاہی کے آخری ایام میں ایران چھوڑنے سے قبل اعلان کیا تھا کہ "میں صوفی ہوں" (مسلمان ہونے کا اعلان نہیں) یہی وہ سلسلۂ صوفیت ہے، جس سے اس نے اپنی وابستگی کا اظہار کیا تھا، لیکن ایرانیوں نے اس کے سابقہ کردار کی وجہ سے اس پر اعتبار نہیں کیا۔

صوفیوں کے بین الاقوامی عقیدے:

(۱) دنیا کے تمام انسانوں سے بلا امتیازِ نسل و مذہب، قوم، رنگ، اخوت برتنا۔

(۲) تمام مذاہب و فلسفوں کا تقابلی مطالعہ کرنا۔

(۳) اپنے گیان و دھیان و مراقبہ سے آکاش کے بھیدوں کا پتہ لگانا۔

(۴) ہمہ اوست یعنی ہر شے خدا ہے۔

(۵) تناسخ (مرنے کے بعد اسی دنیا میں کسی مختلف ہیئت میں زندہ رہنا، اور اگر مرنے والا مرشد کے درجہ کا آدمی ہے تو اس کی فیض رسانی پر ایمان)

(۶) ترکِ حیوانات، یعنی گوشت کھانے سے پرہیز، برصغیر کے صوفیوں کے یہاں اکثر وظیفوں میں "ترکِ حیوانات" لازمی ہے، ان کے خیال میں روحانیت بڑھانے کا یہ بہت بڑا ذریعہ ہے۔ اپنے یہاں کا صوفی کافر کو کافر کہنے کے خلاف ہے۔ کسی کے خلافِ شریعت عمل کو "رمز" پر محمول کرتا ہے، (کافروں کی کتابوں کا مطالعہ اور ان کے ترجموں کی مسلمانوں میں تشہیر پر یوسف سلیم چشتی کو اسی وجہ سے اصرار ہے) صوفیاء کے مراقبوں کے احوال تو ان کے جلیل القدر ائمہ کے اقوال سے واضح ہیں۔

صوفیوں کے مندرجہ ذیل عقائد کو زیرِ بحث لانے سے اجتناب بھی بہتر ہے۔

ا۔ عشقِ حقیقی سے پہلے عشقِ مجازی لازم ہے۔

ب۔ خواہشِ نفس یا صوفی کی خواہش انسان کا سب سے بڑا رب ہے۔

ج۔ محرمات ان کی منہاج ہیں۔

دنیا کے تمام صوفی اپنے کسی نہ کسی بزرگ میں الوہیت کے قائل ہیں، شیعوں کے گروہ میں یہ لوگ حضرت علیؓ کو الوہیت کا مقام دیئے ہوئے ہیں اور سنیوں میں مقامِ رسالت کے بہانے حضورؐ کو نعوذ باللہ بلا جھجک اور اعلانیہ اللہ کی جگہ سمجھتے اور پکارتے ہیں۔

کتاب و سنت، آثارِ صحابہ اور تاریخ سے نا آشنا، یہی لوگ ہندوستان میں اسلام کی نمائندگی کرتے چلے آرہے تھے، وہ بھلا گمراہیوں میں گھرے ہوئے اکبر کو کس طرح اللہ کا راستہ دکھا سکتے تھے اور ان کی محفلوں میں کافروں کی دریدہ دہنیوں کا جواب دینا ان کے بس کی بات نہ تھی

مجدد الف ثانیؒ نے جہانگیر کو اس کے باپ کی گمراہی کا احساس دلایا مگر عام مسلمانوں میں اصلاح کے آثار پیدا نہیں ہو سکے۔

اورنگ زیب عالمگیر کو اللہ نے دلِ مسلم عطا کیا تھا، وُہ کفر و شرک میں ملوث مسلمانوں کو راہِ راست پر لانے کے لیے متردد تھے۔ اسلام کا کوئی ضابطہ سامنے نہیں تھا۔ شاہ عبدالرحیمؒ کے سپرد یہ کام ہوا، شاہ صاحب نے قرآن و حدیث کی روشنی میں ایک ضابطہ "فتاویٰ عالمگیری" کے نام سے تشکیل دیا لیکن صوفیاء وقت نے اس کو اپنانے سے انکار کر دیا، اور یہ کتاب ایک دن کے لیے بھی مروج نہ ہو سکی۔

یہ تھا صوفیوں اور چشتیوں کا ہندوستان میں پھیلایا ہوا اسلام، جو حقیقت میں اسلام کے خلاف لگایا ہوا ایسا سنگین و پختہ بند ہے کہ ان کے معتقدین آج تک اسی کو اسلام سمجھتے ہیں، اور حاملانِ دینِ متین سے ان کو انتہائی نفرت ہے۔

"فتاویٰ عالمگیری" کے خلاف صوفیوں کی ہنگامہ آرائی دیکھتے ہوئے عالمگیر اور شاہ صاحب اس نتیجے پر پہنچے کہ جب عالم دین ہی موجود نہیں تو دین کون پھیلائے اور اسلامی اقدار کیسے جاری ہوں؟ لہٰذا طے پایا کہ پہلے علماء دین پیدا کیے جائیں۔

اس طویل المدت منصوبہ کے تحت ہندوستان میں پہلی دینی درس گاہ "مدرسہ رحیمیہ" کے نام سے قائم ہوئی، شاہ عبدالرحیم کے بعد اُن کے بیٹے شاہ ولی اللہ اس کو لے کر آگے بڑھے، شاہ ولی اللہ کے بعد ان کے چاروں بیٹوں نے یہ کام سنبھالا۔ شاہ صاحب نے قرآن کا فارسی زبان میں ترجمہ کیا تو ان پر صوفیاء نے کفر کا فتویٰ لگایا اور ان کو قتل کرانے کی بھی کوشش کی گئی پھر ان کے بیٹے عبدالقادرؒ نے اردو میں ترجمہ کیا تو ان پر بھی تکفیر جاری ہوئی۔ ہندو پاکستان میں جو دینِ متین کے حامل و پیرو آج نظر آرہے ہیں وُہ اسی خاندانِ ولی اللّٰہی کی برکتوں کا نتیجہ ہے اور صدیوں سے بند کردہ حج کا اجراء بھی ۱۸۲۰ء میں انہی کے خانوادوں کے طفیل ہوا۔

ایک بہترین کتاب
علامہ عزیز زبیدی کے قلم سے
مسئلۃ التراویح
جسمیں "آٹھ رکعات تراویح سنت نبویؐ" پر ٹھوس دلائل دیئے گئے ہیں
ملنے کا پتہ مکتبہ اھلحدیث سوھدرہ ضلع گوجرانوالہ
ہدیہ ۶ روپے ڈاکخرچ ۲ روپے